مدیر "الحق" کے سوالنامہ کے جواب میں — حضرت مولانا محمد عبد المعبود صاحب مدظلہٗ

میری علمی اور مطالعاتی زندگی

(۲)

شیخ الحدیث مولانا زکریا اپنے تعلیمی دور کا ذکر کرتے ہیں:-

"میرے چچا جان مولانا محمد الیاس نور اللہ مرقدہ کا طرز تعلیم یہ تھی کہ میں مطالعہ دیکھ کر جاتا۔ وہ آنکھ بند کئے بیٹھے رہتے۔ جانے کے بعد ایک میں اور ایک میرا ساتھی ایک کتاب کھول کر ان کے سامنے رکھ دیتے اور اپنے ہی مطالعہ سے عبارت کا ترجمہ کرتے۔ سبق کا مدار اپنے مطالعہ پر تھا۔ معمولی غلطی پر چشم پوشی کرتے اور فحش غلطی پر ایک انگلی سے کتاب بند کر دیتے گویا سبق ندارد۔"

مولانا موصوف حدیث کا سبق پڑھانے سے پہلے وضو کرتے اور دو نفل پڑھنے کے بعد سبق شروع کرتے تھے (آپ بیتی ج ۶ ص ۲۹-۳۱)

شیخ الحدیث مولانا زکریا مدنی تدریس کے اپنے اصول عشرہ کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں۔

اس ناکارہ کی علمی سلسلہ میں تو زبان زیادہ چلتی تھی۔ لیکن طلبا کی عملی حالت پر بجائے زبان کے ہاتھ زیادہ چلتا تھا۔

۱۔ سبق کی غیر حاضری یہاں سخت ترین جرم تھا۔ ۲۔ صف بندی کا اہتمام نماز کی صفوف کی طرح سے کیا جاتا۔ ۳۔ وضع قطع پر بہت ہی زیادہ شدت سے اہتمام رہتا تھا۔ علماء سلف کی وضع کے خلاف اس سیہ کار کو بہت ہی گراں گزرتی تھی۔ بالخصوص ڈاڑھی کے معاملہ میں اول داخلہ فارم ہی نہیں ملتا تھا اگر کسی طریقہ سے فارم مل گیا تو میرے سبق میں حاضری کی اجازت نہ تھی۔ ۴۔ کتاب پر کہنی وغیرہ رکھنا نہایت بے ادبی اور گستاخی تھی جیسا کہ عام طالب علموں کی عادت ہے۔ ۵۔ حدیث پاک کے سبق میں خاص طور سے بیٹھنے پر بھی خصوصی تنبیہ شروع سال میں کر دیتا تھا کہ چوکڑی مار کر نہ بیٹھیں۔ دیوار سے ٹیک لگا کر نہ بیٹھیں۔ حدیث کی کتابوں کا نہایت ادب ظاہراً و باطناً ملحوظ رکھیں کسی فعل و حرکت سے ... یث کی کتابوں کی بے ادبی ظاہر نہ ہو۔ ۶۔ لباس پر

خصوصی تنبیہ شروع سال میں کر دیتا تھا۔ اونچا کرتہ سرخا تک اور تنگ پائجامہ کی نوبیں بہت تشنیع کیا کرتا تھا۔۔۔ ائمہ حدیث اور ائمہ فقہ کے ساتھ نہایت ادب اور نہایت احترام اور ان پر اعتراض چاہے قلبی ہی کیوں نہ ہو ہرگز نہ کیا جائے۔

(آپ بیتی ج ۶ : ۴۰ تا ۱۳ ملخصاً)

ایک مرتبہ حضرت لاہوری کے ہاں کوئی شخص مالٹوں کا ٹوکرا لایا۔ اتفاق سے حضرت گھر موجود نہ تھے وہ ٹوکرا سیڑھیوں پہ رکھ کر چلا گیا۔ جب آپ گھر تشریف لائے تو سیڑھیوں پر مالٹے رکھے دیکھے۔ گھر والوں نے بتایا کہ کوئی آدمی مالٹے دے گیا ہے۔ حضرت نماز کے لئے مسجد تشریف لائے تو ایک اجنبی آدمی کو دیکھا۔ اس سے پوچھا کیا مالٹے آپ لائے ہیں؟ وہ کہنے لگا حضرت میں ہی لایا ہوں۔ فرمایا کیا حرام کھانے کے لئے اور کوئی نہیں ملا۔ اس نے کہا حضرت میں اپنے باغ سے اپنے ہاتھوں سے توڑ کر لایا ہوں۔ حضرت نے فرمایا فلاں دن تم نے باغ کو جو پانی دیا تھا وہ تمہاری باری کا نہیں تھا تم نے دوسرے کی حق تلفی کر کے پانی دیا تھا۔ اس کا اثر مالٹوں میں ہو گیا ہے۔ چنانچہ وہ مالٹے واپس کر دئے۔

حضرت اقدس مولانا عبیداللہ انور بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت بحری جہاز میں حج کے لئے تشریف لے گئے جہاز میں کھانا پکانے والے نمازی نہ تھے۔ حضرت نے انہیں کہا کہ نماز پڑھا کریں لیکن انہوں نے کوئی پروا نہ کی۔ لہٰذا حضرت نے بے نمازی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا نہ کھایا۔ پورے سات دن بھوکے رہے۔ جدہ پہنچنے پر مچھلی کھائی۔ چونکہ سات دن کے بھوکے تھے اس لئے مچھلی بھی زیادہ کھائی۔ پیٹ خالی تھا اور مچھلی گرم تھی جس کی وجہ سے خونی پیچش شروع ہو گئے جو کئی دن تک جاری رہے۔

حضرت کے متعلق یہ بات مشہور تھی کہ وہ بے نمازی کے ہاتھ کا کھانا نہیں کھاتے۔ لیکن چند غیر مقلد حضرات کو اس کا یقین نہ تھا۔ انہوں نے حضرت کی دعوت کی اور کچھ روٹیاں نمازی کے ہاتھ کی اور کچھ بے نماز کے ہاتھ کی پکوا کر ملالیں اور کھانے کے لئے آپ کے سامنے رکھ دیں۔ حضرت نمازی کے ہاتھ والی روٹیاں ان میں سے نکال نکال کر کھانے لگے۔ وہ دیکھ کر ششدر رہ گئے اور یقین ہو گیا کہ موصوف صاحب بصیرت بزرگ ہیں۔

بے نمازی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا تو درکنار، اگر بے نماز کا عکس بھی پڑ جاتا تو اسے تناول نہ کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ گھر سے کھانا حافظ حبیب اللہ لائے۔ حضرت مسجد کے حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ کھانا دیکھ کر فرمایا واپس لے جاؤ۔ حافظ صاحب نے گھر جا کر والدہ محترمہ کو بتایا کہ اباجی نے کھانا واپس کر دیا ہے۔ بعد میں جب حضرت گھر تشریف لے گئے تو اہلیہ محترمہ نے عرض کیا حضرت میں نے اپنے ہاتھوں آٹا گوندھا اور روٹی پکائی

ہے آپ نے کھانا کیوں نہیں کھایا۔ حضرت نے فرمایا کسی بے نماز کا عکس پڑ گیا ہے۔ انہوں نے کہا یہ درست ہے جس وقت میں روٹی پکا رہی تھی محلہ کی ایک عورت پاس بیٹھی ہوئی تھی۔

ایسے واقعات لاتعداد ہیں لیکن مضمون کی طوالت کے خوف سے نظر انداز کئے دیتا ہوں۔ ایسی فرشتہ صفت کوئی شخصیت راقم آثم نے نہیں دیکھی۔ پھر کیا ان اوصاف کا حامل آج کوئی مل سکتا ہے۔ پھر ایسی ہستی دوسروں پر کیوں اثر انداز نہ ہو۔

نوجوان نسل کی راہنمائی اور جدید مسائل کے حل کے لئے مفید ترین کتب میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔

اسلام کا اقتصادی نظام۔ مولانا حفظ الرحمٰن۔ اسلام کا زرعی نظام مصنفہ جسٹس مولانا تقی عثمانی اسلامی نظام میں معاشی اصلاحات، مفتی محمد شفیع دیوبندی۔ اسلام کا نظام امن، مولانا محمد مظہر الدین سائنس اور اسلام، مولانا شمس الحق افغانی مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی کی جملہ تصانیف۔ علماء ہند کا شاندار ماضی، مسلمانوں کا روشن مستقبل۔ ختم نبوت کامل اور حضرت معاویہ وغیرہ۔

درس نظامی درس نظامی کے متعلق بندہ ہیچمدان عرض پیرا ہے کہ درس نظامی کا بدر منیر آج بھی افق خاور پر پوری تابانی کے ساتھ چمک رہا ہے۔ اس کی ضیا پاشی اور افادیت ماند نہیں پڑی۔ یہ تصور درست نہیں کہ جس درس نظامی کی بدولت بڑی بڑی مقتدر جلیل المرتبت اور عالمی شہرت کی حامل شخصیات پیدا ہوتی رہی ہیں۔ لیکن بدلتے ہوئے عالمی حالات اور نئے عصری مسائل کا حل اس نصاب تعلیم میں موجود نہیں۔ لہٰذا اسے بیک جنبش قلم بدل دیا جائے۔

میری ناقص رائے میں محض نصاب کی تبدیلی سے مطلوبہ مقاصد کسی طرح بھی حاصل نہیں ہو سکتے۔ اگر یہی نصاب پہلے زود اثر، سریع الاثر اور جادو اثر تھا تو اب بے اثر اور بے کار کیسے ہو گیا ہے؟ درحقیقت نصاب کی فیض رسانی آج بھی شعلہ بار ہے لیکن پڑھنے اور پڑھانے والے بدل چکے ہیں۔ قارئین ماضی کے آئینہ میں معلّم اور متعلّم کے خدوخال ملاحظہ فرمائیں۔ اور پھر اپنے دور کے اساتذہ اور طلباء کا اس کے ساتھ موازنہ کریں تو یقیناً آپ ان اسباب و عوامل کو دریافت کر لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ جو اس وقت درس نظامی کی برکات و فیوضات کی راہ میں سنگ گراں بنے ہوئے ہیں۔

محقق جلیل علامہ عاشق الٰہی میرٹھی۔ زبدۃ الفقہاء فخر المحدثین قطب الاقطاب مولانا رشید احمد گنگوہی کی درس و تدریس کی منظر کشی کرتے ہیں۔

"آپ کی نظر طلبہ کی نشست و برخاست، حرکات و سکنات، رفتار و گفتار، چال ڈھال، وضع قطع، غرض ہر ظاہری حال پر برابر قائم رہتی تھی کہ کوئی طرز خلاف شرع تو نہیں ہے۔ اگر کسی کو اپنے پڑھتے ہوئے علم پر

عمل کا شائق نہ دیکھتے تو اس کی اصلاح کا زبان اور دل سے خیال رکھتے تھے۔ اشارہ سے، تصریح سے، ترغیب سے ترہیب سے، نرمی سے سختی سے جب تک متبع شرع نہ ہوجاتا اس وقت تک آپ کو بے چینی رہتی تھی۔

حضرت امام ربانی آنے والے طلبہ میں اہلیت اور صلاحیت کا بھی بہت زیادہ خیال رکھتے تھے جس طالب علم میں کجی پاتے یا یہ سمجھ جاتے تھے کہ پڑھنے کے بعد اس میں ضلال اور اضلال کا اندیشہ غالب ہے اس کو کبھی سبق شروع نہ کراتے۔ بلکہ لطائف الحیل سے ٹال دیتے یا وہ روکھا برتاؤ فرماتے جس سے وہ خود بددل ہوکر چلا جائے ہاں جن مہمانانِ رسول ﷺ میں طلب صادق اور قابلیت وسعادت مندی پاتے ان کو اپنا عزیز رشتہ دار سمجھ کر تابعدار بیٹا بنا کر رکھتے۔ کتابیں دیتے۔ حجرہ یا دوسری جگہ قیام بتاتے۔ کھانے کا انتظام فرماتے اور جب تک وہ آپ کی خدمت میں پڑھتا رہتا برابر اس کی خبر گیری رکھتے اور ہر ایک سے گاہے ماہے دریافت فرماتے رہتے کہ کسی قسم کی تکلیف تو نہیں ہے۔ اگر ان کو کوئی حاجت پیش آتی تو اس کو رفع فرماتے اور غم یا فکر لاحق ہوتا تو صبر وتسلی کے کلمات سے تسکین بخشا کرتے تھے۔ طلبہ کی مدارات اور تعظیم وتکریم کا آپ کو غایت درجہ لحاظ تھا۔" (تذکرۃ الرشید ج ۱: ۹۵)

مولانا نورالحسن کاندھلوی کو طلبِ علم کا بے انتہا شوق تھا جب وہ دہلی میں مفتی صدرالدین صاحب کی خدمت میں پڑھنے کے لئے حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا میرے پاس اسباق اتنے زیادہ ہیں کہ مزید پڑھانے کا وقت نہیں مل سکتا۔ البتہ جس وقت میں کچہری جاتا ہوں تو راستہ میں پڑھا سکتا ہوں۔

مولانا نورالحسن نے اسی وقت کو غنیمت سمجھا لیکن ناداری کے باعث یہ تو ممکن نہ تھا کہ مفتی صاحب کے ساتھ کسی سواری میں کچہری جائیں اور راستہ میں سبق بھی پڑھتے رہیں۔ مفتی صاحب پالکی میں کچہری تشریف لے جاتے تو مولانا پالکی ساتھ دوڑتے ہوئے سبق پڑھتے جاتے اور اسی طرح واپسی پہ راستہ میں دوڑتے ہوئے سبق پڑھتے تھے۔ (آپ بیتی ج ۶: ۴۷)

پھر جب مولانا نورالحسن کشورِ علوم کے تاجور بن گئے اور ان کا سینہ علوم وفنون کے سَبعۃُ ابحُر کا خزینہ بن گیا تو شیخ الحدیث مولانا زکریا مہاجر مدنی رقمطراز ہیں:۔

"حضرت مولانا نورالحسن صاحب کی ایک خصوصیت یہ تھی اور بہت معروف کہ وہ بیک وقت کئی کام کیا کرتے تھے بائیں ہاتھ سے تسبیح پڑھتے رہتے تھے دائیں ہاتھ سے کتاب نقل کرتے تھے۔ ان کی لکھی ہوئی کتابیں ہمارے جدی کتب خانہ میں بہت تھیں۔ سامنے شاگرد سبق پڑھتے رہتے تھے، درمیان میں لوگ ملنے جلنے والے آتے رہتے کوئی مسئلہ پوچھتا کوئی اور بات دریافت کرتا۔ اس کے جواب ساتھ ساتھ نمٹاتے رہتے

(آپ بیتی ج ۶: ۵۰)

حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی محدث جلیل مولانا خلیل احمد المدنی کے متعلق لکھتے ہیں۔
حضرت طلبہ کے متعلق تعلیمی امور میں بہت سخت تھے اور امتحان میں کسی ادنیٰ رعایت کو بھی پسند نہ فرماتے تھے۔ اسی طرح طلبہ کی عملی و اخلاقی حالات پر بھی سخت نظر ڈالا کرتے تھے۔ اور کیسا ہی کسی عزیز یا دوست کا بچہ ہو جب اس کی بدوضعی یا آزادی کو محقق فرما لیتے۔ تو بے تامل مدرسہ سے خارج کر دیتے۔ اور جب تک وہی اپنی حالت پر نادم ہو کر سچی توبہ نہ کرے اس کے ولی و وارث کی کوئی سفارش نہ سنتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے ایک قریبی رشتہ دار کو اتنی بات پر کہ انہوں نے حضرت کی قرابت کے ناز پر اپنے استاد کا احترام و ادب ملحوظ نہ رکھا، فوراً مدرسہ کی کتابیں واپس کرنے کا حکم دے دیا۔"
لیکن طلبہ کے خلاف کسی کی سرزنش بھی قطعاً گوارہ نہ تھی۔
چنانچہ ایک مرتبہ محرر مطبخ نے کسی طالب علم کو جلی ہوئی روٹی دی اس نے لینے سے انکار کیا اور محرر نے اسے سخت سست کہا۔ جب حضرت شیخ کو اس کا علم ہوا تو یہ خبر سنتے ہی مطبخ میں آئے اور غصہ کی وجہ سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ بدن اور آواز میں رعشہ تھا۔ محرر مطبخ سے صورت حال دریافت فرمائی انہوں نے لفظ بہ لفظ کہہ سنائی۔ آپ نے فرمایا :۔
منشی جی سنو۔ مدرسہ انہیں پردیسی بے وطن مسکین طلبہ کے دم سے قائم ہے اور تم اور میں دونوں انہیں کے طفیل روٹیاں کھا رہے ہیں اگر یہ نہ ہوں تو نہ مطبخ کی ضرورت نہ تمہاری حاجت۔ مدرسین بھی فارغ اور مدرسہ بھی خالی۔ یہ مسکین سہی، محتاج سہی مگر مجھے اور تمہیں دونوں کو روٹیاں دے رہے ہیں۔ مجھے صرف یہ بتا دو کہ تمہیں ترش کلام کرنے کا کیا حق تھا۔ اور تم کون تھے یہ کہنے والے کہ کھنے بہک گئے۔ میں ان کا باپ بنا ہوا ابھی زندہ بیٹھا ہوں تم کو مطبخ سے جزو تنخواہ بنا کر دو خوراک ملتی ہیں۔ آخر کیا وجہ تھی کہ جلی ہوئی روٹی تم اپنی خوراک میں نہ لگا سکے اور مہمان رسولؐ کو مجبور کیا کہ یا تو یہی جلی ہوئی کھائے ورنہ فاقہ کرے۔ اب تو اپنی خوراک اس کے حوالے کر دو اور آئندہ کے لئے خوب کان کھول کر سن لو کہ کسی طالب علم کے ساتھ کچھ بھی تیز یا ترش برتاؤ کیا تو کان پکڑ کر مطبخ سے نکال دوں گا۔" (تذکرۃ الخلیل : ۲۲۸)
حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ اپنے تجربہ کی بنا پر طلباء کو یہ ہدایت فرمایا کرتے تھے :۔
"تم تین باتوں کا التزام کر لو۔ پھر میں ٹھیکہ لیتا ہوں اور ذمہ دار ہوتا ہوں کہ تمہیں علمی استعداد حاصل ہو جائے گی۔ اول یہ کہ جو سبق پڑھنا ہو اس کا مطالعہ ضرور کر لیا جائے اور مطالعہ کوئی مشکل کام نہیں کیونکہ مطالعہ کا مقصود صرف یہ ہے کہ معلومات اور مجہولات متمیز ہو جائیں۔ دوم۔ سبق کو استاد سے اچھی طرح سمجھ کر پڑھے بلا سمجھے آگے نہ چلے۔ اگر اس وقت استاد کی طبیعت حاضر نہ ہو تو پھر کسی دوسرے وقت

سمجھ لے۔ سوم۔ اس کے بعد ایک بار خود بھی مطلب کی تقریر کرے۔ بس ان تینوں التزامات کے بعد بے فکر رہے۔ (اشرف السوانح ج ۱ : ۵۰)

یہی مختصر سا خاکہ پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

ذی وقار اساتذہ کرام سے صد بار معذرت کے ساتھ قارئین سے استفسار کرتا ہوں کیا آج بھی مُعلّم اور مُتعلّم اس علمی استعداد سے سرفراز ہیں جو قدما کی طرۂ امتیاز تھی؟ کیا آج بھی معلم تعلیم و تدریس کا فریضہ اسی للہیت اور فرض شناسی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں جو قدما کی سرشت میں داخل تھا؟ کیا معلمین طلبا کی تعلیمی و اخلاقی تربیت کی نگہداشت ان اسلامی قدروں کے مطابق فرما رہے ہیں جو متقدمین کے اخلاق کی آئینہ دار ہیں۔ الا ماشاء اللہ

کیا آج کے طلباء کے دل و دماغ میں اساتذہ کی حیثیت اور ادب و احترام اسی نوعیت کا ہے جو درس نظامی کے اولین طلباء کے لئے مایۂ صد افتخار تھا؟ کیا آج طلباء کی اکثریت دینی علوم لوجہ اللہ حاصل کر رہی ہے یا ان کا مطمع نظر محض حُطام دنیا ہے؟ کیا آج طلبا اسی جاں گداز محنت و جانفشانی سے علم حاصل کر رہے ہیں جس نے درس نظامی کے فضلاء کو آسمان علم و دانش پہ تابندگی و درخشندگی سے سرفراز کیا تھا؟ کیا اساتذہ اور طلبا کے مابین باپ بیٹے والا مقدس رشتہ اب بھی قائم ہے؟ جس کی لافانی عظمتوں نے معلم اور متعلم کو ہفت افلاک سے بھی سربلند کر دیا تھا۔ یہ حقیقت روز روشن کی طرح آشکارا ہے کہ جب تک اساتذہ کرام طلبا کی اصلاح و فلاح کے لئے گداز ہوتے رہے اور طلبا بھی طلبِ صادق سے سرشار تھے تو ایسی درسگاہوں سے مقتدر زمانہ شخصیات جنم لیتی رہیں۔ پھر جب اساتذہ اور طلبا میں ان اوصاف جمیلہ اور اخلاق عالیہ میں کمزوری پیدا ہو گئی تو معیار بھی خطرناک حد تک گر گیا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اساتذہ کرام مشفقانہ مخلصانہ اور بصیرت افروز تربیت میں قدما کی شان پیدا کریں اور طلبا ادب و احترام کا پیکر بن کر جاں سوز محنت سے علم حاصل کریں۔ اساتذہ حکیمانہ انداز تعلیم اپنا کر طلبا میں خوابیدہ صلاحیتوں کو جلا بخشیں اور طلبا پوری تندہی سے جلب فیض کریں۔

رہ گئی رسم اذاں روحِ بلالیؓ نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالیؒ نہ رہی

لیکن ان تمام تر کمزوریوں اور خامیوں کے باوجود درسِ نظامی اپنی شانِ دلربائی میں ممتاز اور مردم ساز ہے اس کی افادیت آج بھی طلاطم خیز ہے اس کے جوہر تابدار ذرا صیقل کرنے کی ضرورت ہے۔

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے گلِ اندازِ گلستاں پیدا

جس کی ایک ادنیٰ سی جھلک قارئین کو دکھائی جاتی ہے۔

دور حاضر کے شیخ الحدیث مولانا محمد موسیٰ خان جامعہ اشرفیہ لاہور اسی درس نظامی ہی کے فیض یافتہ ہیں جس کی بدولت علم فلکیات میں اس قدر بلند مقام حاصل کیا ہے جس تک علم جدید اور سائنسی انکشافات سے بہرہ ور ماہرین فلکیات رسائی حاصل نہ کر سکے۔ موصوف نے یورپ کی انتہائی جدید سائنسی آلات سے مزین رسد گاہوں کے ماہرین کو اپنے علمی کمالات سے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ اور اپنے ملک کے سائنسدان موصوف کی علمی تحقیقات کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کئے بغیر نہ رہ سکے۔ موصوف کی عالمی شہرت یافتہ تصنیف "فلکیات جدیدہ" انتہائی قابل قدر ہے۔

اور اسی علم قدیم کی سحر انگیزی ہے کہ موصوف علم حدیث میں جس بلند درجہ پر فائز ہیں وہ اپنے ہمعصر علماء میں گل سر سبد کی حیثیت کی حامل ہے۔ بعض احادیث کی طویل و بسیط شروح ان کے علمی کمالات کی آئینہ دار ہیں۔ اور ایک عرصہ سے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نغمہ سنجی میں دلربائی کے ساتھ مصروف ہیں۔

جسٹس مولانا تقی عثمانی کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ موصوف قدیم اور جدید علوم کے مجمع البحرین ہیں ان کی اصابت رائے مسلم اور جدید علوم میں مہارت کاملہ کے مالک ہیں۔ اور عصری لاینحل مسائل کے حل میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ مغربی افکار و نظریات پر عبور حاصل ہے۔ اور ان کی جرح و قدح پر بصیرت افروز کتب تالیف فرمائی ہیں۔ "اسلام اور عصر حاضر" اس موضوع پر ایک تحقیقی و علمی شاہکار ہے۔

اسلام کے لافانی اصولوں کی روشنی میں مستشرقین اور متجددین کے باطل نظریات کے بصیرت افروز اور حیرت افزا جوابات پیش کرنا موصوف کا طرۂ امتیاز ہے۔ قرآنی علوم پر گراں قدر تحقیقی مباحث، تفسیر قرآن اور جدت پسندی، حقانیت قرآن اور اعجاز قرآن کے موضوع پر موصوف کی مایہ ناز کتاب "علوم القرآن" اہل علم حضرات کے لئے گراں قدر تحفہ ہے۔ احادیث کے اسرار و رموز اور روایت و درایت پر محققانہ جرح و تعدیل کے مالک ہیں۔ جس کی روح پرور منظر کشی "درس ترمذی" میں کی گئی ہے۔

مسلم فقاہت اور علمی تبحر کے پیش نظر حکومت پاکستان نے موصوف کو وفاقی شرعی عدالت کے "جج" کے منصب جلیل پر فائز کیا ہے۔ اور ایک عرصہ سے علمی و تحقیقی فیصلوں کے ذریعہ ملک و ملت کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ موصوف کی یہ پذیرائی، عزت افزائی اور شرف و مجد درس نظامی کا مرہون احسان ہے جس کی درس و تدریس کی بدولت یہ اعلیٰ اعزاز حاصل ہوا۔

حضرت مولانا حسن جان چار سدہ علمی دنیا میں جس عظیم الشان رتبہ و مقام کے حامل ہیں۔ وہ علمائے کرام ہی جانتے ہیں۔ موصوف کے علمی تفوق اور برتری کا اعتراف مدینہ یونیورسٹی کے جلیل القدر اساتذہ کو بھی ہے جنہوں نے امتیازی اور تعریفی سندات سے انہیں نوازا ہے اور اس وقت ملکی سیاست میں قابل تقلید رول ادا کر رہے ہیں۔

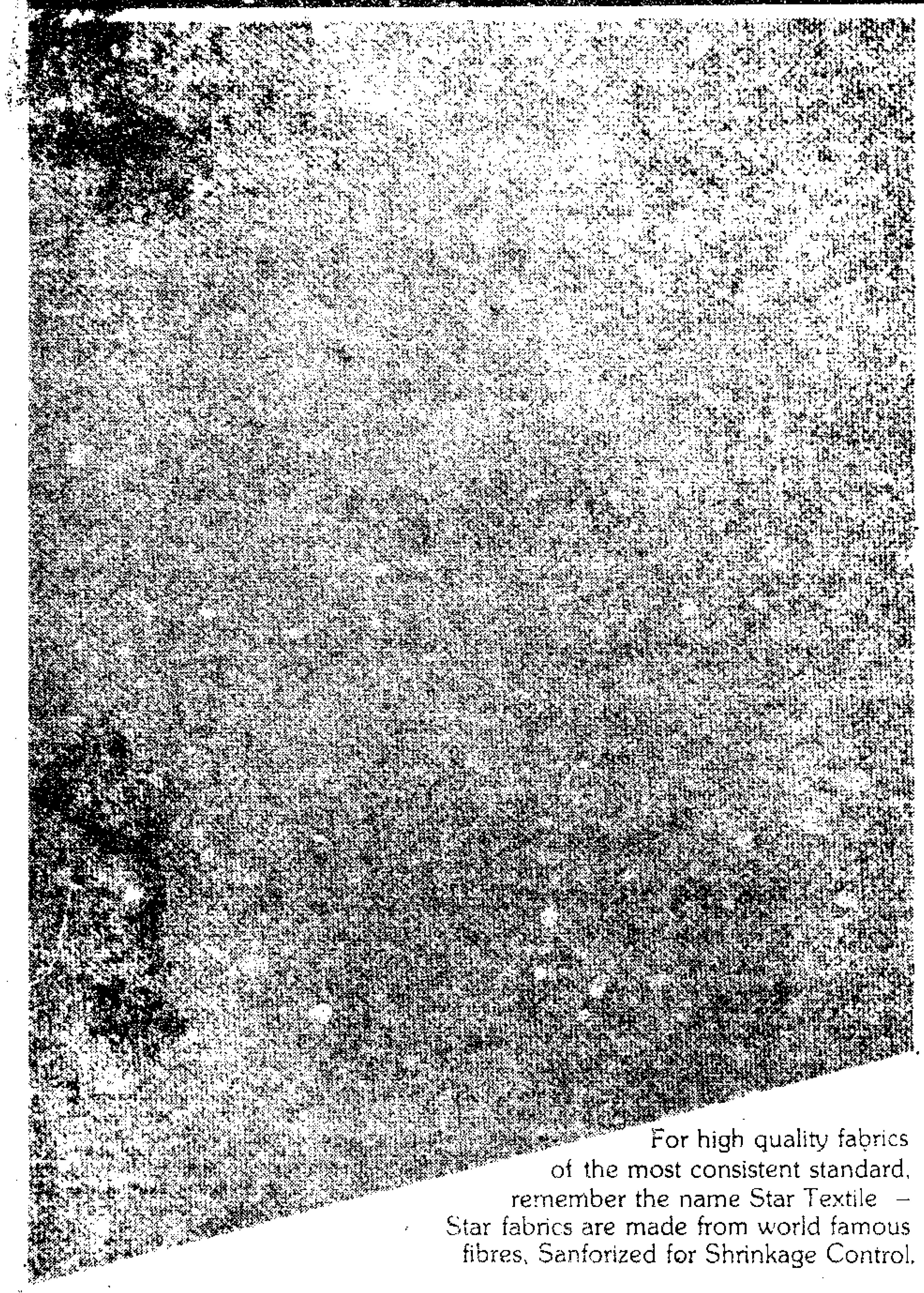

We've Developed Fabrics With Such Lasting Quality And Style That Theres Only One Word For It

Star

For high quality fabrics of the most consistent standard, remember the name Star Textile – Star fabrics are made from world famous fibres, Sanforized for Shrinkage Control.

For the most comfortable and attractive shirting and shalwar qameez suits, look for the colour of your choice in Star's magnificent Shangrilla, Robin, Senator fabrics.

To make sure you get the genuine Star quality, check for the Star name printed on the selvedge along every alternate metre.

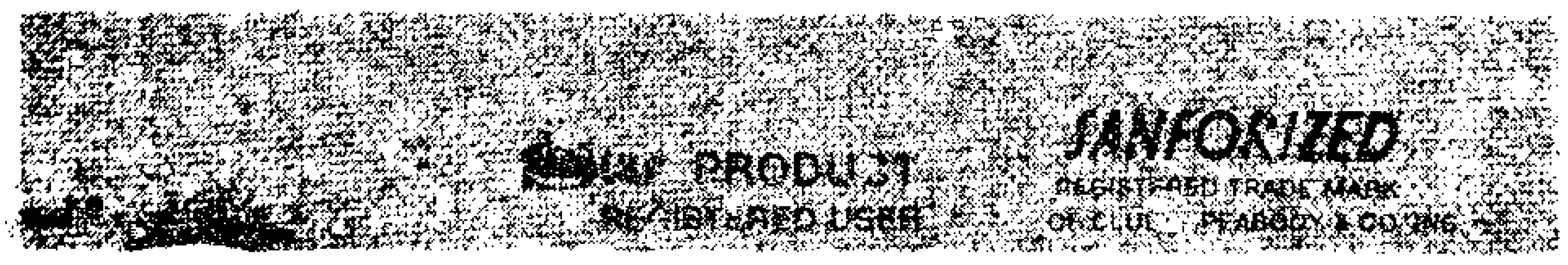

THE ESSENCE OF STYLE AND TOTAL COMFORT!

Textile Mills Limited Karachi

P.O. BOX NO. 4400 Karachi 74000

اپنی جہاز راں کمپنی

پی این ایس سی

کے جہاز سے مال بھیجئے

بروقت - محفوظ - باکفایت

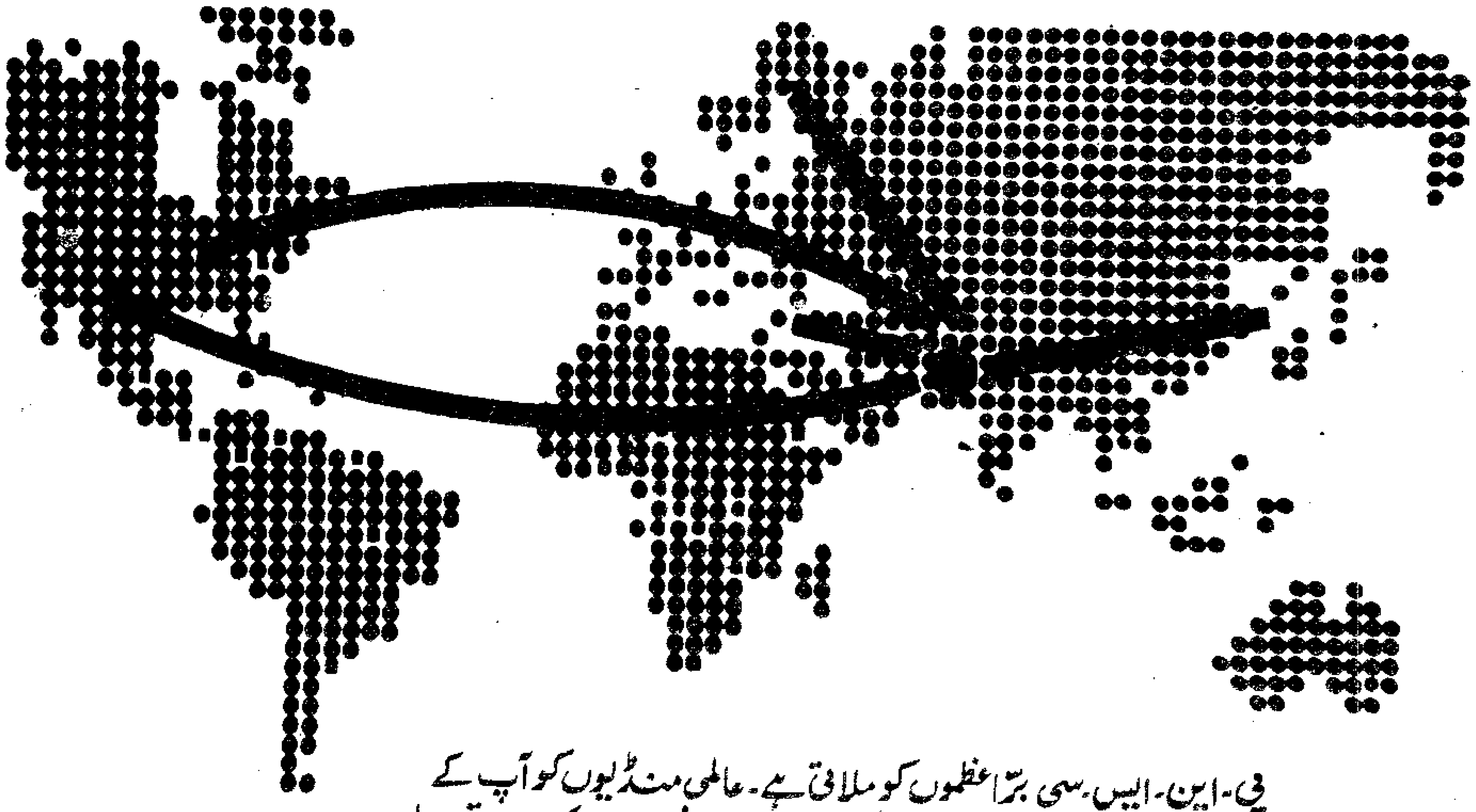

پی-این-ایس-سی برِّاعظموں کو ملاتی ہے۔ عالمی منڈیوں کو آپ کے قریب لے آتی ہے۔ آپ کے مال کی بروقت، محفوظ اور باکفایت ترسیل برآمد کنندگان اور درآمد کنندگان، دونوں کے لئے نئے مواقع فراہم کرتی ہے۔

پی-این-ایس-سی قومی پرچم بردار - پیشہ ورانہ مہارت کا حامل جہاز راں ادارہ، ساتوں سمندروں میں رواں دواں

قومی پرچم بردار جہاز راں ادارے کے ذریعہ مال کی ترسیل کیجئے

پاکستان نیشنل شپنگ کارپوریشن

قومی پرچم بردار جہاز راں ادارہ

PNSC 2 88 PID - Islamabad

PARAGON